(قسط : ۱)

دین کے چند ضروری قواعد و ضوابط

حضرت مولانا ڈاکٹر عبد الواحد صاحب زید مجدہم
مدرس و نائب مفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

ذیل میں چند موٹے موٹے اور اہم فقہی قواعد درج کیے جاتے ہیں جن کو مجتہدین نے قرآن و حدیث سے حاصل کیا اور ان ہی کی روشنی میں پھر وہ ایسے بہت سے مسائل میں اجتہاد کر کے اُن کا حل تلاش کرتے ہیں جن کا ذکر قرآن اور حدیث میں جزئی طور پر نہیں ہے

قاعدہ نمبر ۱

لا ثواب الا بالنیۃ : نیت کے بغیر ثواب حاصل نہیں ہوتا۔

اس قاعدے کی دلیل یہ مشہور حدیث ہے انما الاعمال بالنیات (اعمال تو محض نیتوں سے ہوتے ہیں) اس کا اگر یہ مطلب لیں کہ نیت کے بغیر عمل واقع نہیں ہوگا تو یہ بات خود واقع کے خلاف ہے کیونکہ بہت سے اعمال کسی نیت کے ہوئے بغیر بھی واقع ہوتے ہیں۔ لہٰذا عبارت میں مضاف کو فرض ماننا ہوگا اور عبارت دراصل یوں بنے گی انما حکم الاعمال بالنیات (اعمال کے حکم کا دارو مدار نیت پر ہے اور چونکہ حکم کے اخروی ہونے پر اجماع ہے جو کہ ثواب ہے لہٰذا حاصل یہ ہوا انما ثواب الاعمال بالنیات (اعمال کا ثواب محض نیتوں سے ہوتا ہے) کسی برے کام کو محض نہ کرنے سے ثواب نہیں ملتا مثلاً نماز کے دوران آدمی بہت سے گناہوں مثلاً زنا، غیبت، چوری وغیرہ سے رکا ہوا ہوتا ہے اس پر ثواب نہیں ملتا۔ البتہ جب کسی گناہ کا داعیہ موجود ہو اور اس کو کرنے پر قدرت بھی ہو پھر اس گناہ کے کام سے اپنے نفس کو روکے تو اس پر ثواب ملتا ہے کیونکہ نفس کو روکنا بھی ایک عمل ہے۔

قاعدہ نمبر ۲

الامور بمقاصدھا : معاملات کا دارومدار قصد و نیت پر ہے۔

اس قاعدے کی دلیل ایک تو یہی حدیث ہے انما الاعمال بالنیات (اعمال کے حکم کا دارومدار نیتوں پر ہے)

اور یہ آیت بھی ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (اور مت تعاون کرو گناہ اور سرکشی کے کاموں پر)

اس قاعدے سے حاصل ہونے والے چند مسائل۔

۱۔ کسی ذمی کے ہاتھ انگور کا رس فروخت کیا جو اس سے شراب بناتا ہے۔ اگر فروخت کرنے میں محض تجارت کی غرض ہو تو یہ فروخت جائز ہے۔(کیونکہ ذمی کے لیے شراب کی کشید اور اس کے استعمال کی شرعاً اجازت ہے) اور اگر فروخت کرتے ہوئے مُسلمان فروخت کنندہ کی یہ نیت ہو کہ ذمی اس کی شراب ہی بنائے تو اس نیت کے ساتھ فروخت کرنا حرام ہوگا۔

۲۔ ایک مُسلمان دوسرے سے محض اتفاق سے بڑی مُدّت تک نہیں ملتا تو کچھ حرج نہیں، لیکن قطع تعلقی کی نیت سے مُسلمان کو تین دن سے زیادہ تک چھوڑے رکھنا ناجائز ہے۔

۳۔ نماز میں الحمد للہ کہا۔ محض ذکر کے طور پہ کہا ہو تو کچھ حرج نہیں۔ اور اگر کسی کے خوشخبری سُنانے پر کہا ہو تو اب یہ باہمی بات چیت کی صورت بن گئی اور اس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

قاعدہ نمبر ۳

الیقین لا یزول بالشك : شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔

اس قاعدے کی دلیل یہ حدیث ہے صحیح مسلم کی روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا اذا وجد احدکم فی بطنہ شیئا فاشکل علیہ اخرج منہ شئی ام لا فلا یخرجن من المسجد حتی یسمع صوتا او یجد ریحا (جب تم میں سے کوئی اپنے پیٹ میں حرکت سی پاتے اور شُبہ پڑ جائے کہ ہوا خارج ہوئی ہے

یا نہیں تو یہاں تک کہ (اس کو ہَوا نکلنے کا یقین نہ ہوجائے جس کی صُورت یہ بھی ہے کہ) وہ ہَوا نکلنے کی آواز سُنے یا اُس کی بُو محسوس کرے مسجد سے نہ نکلے۔

مسئلہ: مُسلمانوں نے ایک قلعہ فتح کیا۔ اہلِ قلعہ میں ایک ذمی کا ہونا یقینی ہے لیکن اس کی کسی کو شناخت نہیں ہے تو قلعہ والوں کو قتل کرنا جائز نہیں ہے (کیونکہ مُسلمانوں کے لیے ذمی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے)۔

مسئلہ: ایک شخص کو وضو کرنا تو یاد ہے لیکن اس کے بعد وضو ٹوٹنے کے بارے میں شک ہے تو اس کو باوضو سمجھا جائے گا اور جس کو وضو ٹوٹنا تو اچھی طرح یاد ہے لیکن اس کے بعد وضو کیا یا نہیں کیا اس میں شک ہے تو اس کو بے وضو سمجھا جائے گا۔

مسئلہ: کسی کو شک ہے کہ مَیں نے ظہر کی نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی تو اس بات کو اختیار کیا جائے گا کہ اس نے نہیں پڑھی۔

مسئلہ: ایک عمل کرنے کے بارے میں یقین ہے لیکن شک ہے کہ مقدار کتنی تھی تو تھوڑی مقدار پر محمول کیا جائے گا کیونکہ وہ تو یقینی ہے اور زائد میں شک ہے جبکہ زائد میں اصل عدم ہے۔ مثلاً طواف کرتے ہوئے شک ہوا کہ نہ جانے یہ چھٹا چکر ہے یا ساتواں چکر ہے تو اس کو چھٹا سمجھے۔

قاعدہ نمبر ۴

المشقة تجلب التسير: مشقت آسانی کو لاتی ہے۔

اس کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) آیت يُرِيدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (سورۂ بقرہ) اللہ ارادہ کرتے ہیں تمہارے ساتھ آسانی کا اور نہیں ارادہ کرتے تمہارے ساتھ تنگی کا۔

(۲) آیت وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (سورۂ حج) اور نہیں رکھی تم پر دین میں کچھ تنگی۔

(۳) حدیث ہے احب الدین الی اللہ تعالی الحنفیة السمحة (اللہ تعالیٰ کو دین کے وہ کام زیادہ پسند ہیں جن میں اخلاص ہو اور سہولت ہو)۔

شریعت کی تمام تر رخصتیں اور تخفیفات اسی قاعدے کے تحت آتی ہیں۔

عبادات وغیرہ میں تخفیف کے اسباب سات ہیں: سفر، مرض، اکراہ (زبردستی) نسیان، لاعلمی، ابتلائے عام اور سختی۔

مسئلہ: سوئی کی نوک کے برابر پیشاب کی چھینٹیں معاف ہیں۔

مسئلہ: راستے کی کیچڑ کپڑوں کو لگ جائے تو معاف ہے جب کہ نجاست کا اثر ظاہر نہ ہو۔

مجتہد کا مشقت اور حرج کا اعتبار کرکے کسی تخفیف کا حکم لگانا صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب اس بارے میں نص موجود نہ ہو اور اگر نص موجود ہو تو صحیح نہیں۔ حدیث میں حرم مکہ کی گھاس کاٹنے اور اس پر چرانے سے منع کیا گیا اور صرف اذخر گھاس کو اس ممانعت سے مستثنٰی کیا گیا۔ اب کسی مجتہد کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اذخر کے علاوہ حرم مکّہ کی اور گھاس میں مشقت و حرج کا اعتبار کرکے کاٹنے کی اجازت دے دے۔

قاعدہ نمبر ۵

الضرر یزال: ضرر و نقصان کو دُور کیا جائے گا۔

اس قاعدے کی دلیل نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی یہ حدیث ہے لاضرر ولاضرار (موطا امام مالک) مطلب یہ ہے کہ نہ تو ابتداء بلاوجہ نقصان پہنچانا ہے اور نہ جزا میں واجب تاوان کے علاوہ کوئی اور نقصان پہنچانا ہے۔

مسئلہ: توت کے درخت کی شاخیں فروخت کیں۔ خریدار جب شاخوں کو کاٹنے کے لیے درخت پر چڑھتا ہے تو پڑوسیوں کے گھروں میں اس کی نظر پڑتی ہے اس کو حکم دیا جائے گا کہ وہ چڑھنے سے پہلے اطلاع کردے تاکہ پڑوس والے پردے میں ہو جائیں اگر وہ اس پر عمل کرے تو ٹھیک ہے ورنہ حاکم کو شکایت کی جائے جو اس کو درخت پر چڑھنے سے روک دے گا۔

قاعدہ نمبر ۶

الضرورات تبیح المحظورات: جان لیوا مجبوریوں کے وقت ممنوعہ اشیاء کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔

اس قاعدے کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ (سورۃ نحل)

جو کوئی منکر ہو اللہ سے اپنے ایمان کے بعد مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی ہو بشرطیکہ اس کا قلب ایمان پر مطمئن ہو لیکن ہاں جو جی کھول کر کفر کرے تو ایسے لوگوں پر غضب ہوگا اللہ کا۔

(۲) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورۃ نحل:)

تم پر صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور جس چیز کو غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو۔ پھر جو شخص کہ بالکل لاچار ہو جائے بشرطیکہ طالب لذت نہ ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو تو اللہ بخش دینے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

یہاں ضرورت اور اس سے نیچے کے پانچ درجے ہیں:

ضرورت

کی تعریف یہ ہے کہ اگر ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو یہ شخص ہلاک ہو جائے گا یا موت کے قریب پہنچ جائے گا۔ یہی صورت اضطرار کی ہے اسی حالت میں حرام و ممنوع چیز کا استعمال چند شرائط کے ساتھ جائز ہو جاتا ہے۔

حاجت

کے معنی یہ ہیں کہ اگر وہ ممنوع چیز کو استعمال نہ کرے تو ہلاک تو نہیں ہوگا مگر مشقت اور تکلیف

شدید ہوگی۔ یہ صورت اضطرار کی نہیں اس لیے اس کے واسطے روزے، نماز، طہارت وغیرہ کے بہت سے احکام میں رعایت اور سہولتیں تو دی گئی ہیں، مگر ایسی حالت میں حرام چیزیں نص قرآن کے تحت حلال نہیں ہوں گی

منفعت

یہ ہے کہ کسی چیز کے استعمال کرنے سے اس کے بدن کو فائدہ پہنچے گا لیکن نہ کرنے سے کوئی سخت تکلیف یا ہلاکت کا خطرہ نہیں جیسے عمدہ قسم کے کھانے اور مقوی غذائیں۔ اس کے لیے نہ کوئی حرام حلال ہوتا ہے نہ روزہ کا افطار جائز ہوتا ہے۔ مباح اور جائز طریقوں سے یہ چیزیں حاصل ہوسکیں تو استعمال کرے اور نہ حاصل ہوسکیں تو صبر کرے۔

زینت

جس سے بدن کو کوئی خاص تقویت بھی نہیں محض تفریح خواہش ہے۔ اس کام کے لیے کسی ناجائز چیز کا جائز ہونا ظاہر ہے کہ ممکن نہیں۔

فضول

وہ ہے جو زینت مباح کے دائرہ سے بھی آگے محض ہوس ہو۔ اس کا حکم بھی ظاہر ہے کہ اسکے لیے احکام میں کوئی رعایت ہونے کے بجائے اس فضول کی مخالفت احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔

مسئلہ: اس قاعدے کے تحت ایک شخص کے جسم میں کسی دوسرے انسان کا خُون داخل کرنا آتا ہے یہی بات اور حرام ادویہ میں ہے۔

مسئلہ: کھانا کھاتے ہوئے ایک شخص کے گلے میں لقمہ اڑ گیا اور سانس بند ہوگیا۔ سوائے شراب کے کوئی پینے کی حلال چیز نہیں ہے۔ اگر لقمہ نیچے نہیں اترتا تو جان جانے کا خطرہ ہے تو شراب کے گھونٹ سے لقمہ نیچے اُتارنا جائز ہے۔

مسئلہ: جو شخص قرض واپس نہیں کرتا تو قرض خواہ اگر اپنے قرض کی جنس سے قرض دار کے

مال پر قدرت پالے تو وہ اس کو قرض دار کی رضامندی کے بغیر لے سکتا ہے اور ضبط کر سکتا ہے۔

جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز ہوئی ہو وہ بقدر ضرورت ہی جائز ہوتی ہے

مسئلہ: طبیب بقدر حاجت ستر کی جگہ دیکھ سکتا ہے۔

مسئلہ: جب تعریض سے کام چل سکتا ہو تو مجبوری میں بھی جھوٹی قسم کھانا جائز نہیں ہے۔

تعریض اس کو کہتے ہیں کہ کہنے والا تو اپنے اعتبار سے سچ کہے جبکہ سُننے والا اُس کو جُھوٹ سمجھے مثلاً زید کہے کہ خالد میرا بھائی ہے اور اس کی مُراد دینی اخوّت اور بھائی چارہ ہو لیکن سُننے والا نسبتی رشتہ سمجھے اور یہ جانتے ہُوئے کہ خالد تو کسی اور شخص کا بیٹا ہے۔ زید کے باپ کا بیٹا نہیں ہے یہ خیال کرے کہ زید جُھوٹ کہہ رہا ہے۔

قاعدہ نمبر ۷

یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر العام: ضرر عام کو دفع کرنے کی خاطر ضرر خاص (یعنی خاص شخص کے ضرر) کو برداشت کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر اناج فروخت کرنے والے ملی بھگت کر کے اناج کے نرخ ناجائز طور پر بڑھا دیں تو حکومت اناج کا مناسب نرخ مقرر کر سکتی ہے تاکہ ضرر عام کو دفع کیا جا سکے۔

مسئلہ: اگر اناج کے بیوپاری اس کی ذخیرہ اندوزی کرلیں اور لوگوں کی حاجت کے باوجود گرانی بڑھانے کی خاطر اس کو بازار میں نہ لائیں تو حکومت جبرًا اس کو نکلوا کر فروخت کروا سکتی ہے۔

مسئلہ: عطائی (یعنی جاہل طبیب) پر لوگوں کا علاج معالجہ کرنے پر پابندی لگائی جائے گی۔

مسئلہ: لوگوں کے سڑکوں کے کنارے سودا لے کر بیٹھ جانے سے راہ گیروں اور سواریوں کے لیے گزرگاہ تنگ ہونے کی بناء پر تکلیف ہوتی ہے اور رکاوٹ ہوتی ہے تو سودے والوں کو وہاں بیٹھنے سے روک دیا جائے گا۔

(قسط : ۲، آخری)

دین کے چند ضروری قواعد وضوابط

❁*❁

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُ الواحد زید مجدہم
مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

قاعدہ نمبر۸

لو کان احدھما اعظم ضررا من الاخر فان الاشر یزال بالاخف: اگر ایک کا ضرر بڑا ہو اور دوسرے کا کم ہو تو بڑے نقصان سے بچتے ہُوئے چھوٹے نقصان کا تحمل کیا جائے گا

مسئلہ: ایک کی مُرغی نے دوسرے کا موتی نگل لیا۔ دیکھیں گے کہ مرغی کی قیمت زیادہ ہے یا موتی کی۔ جس کی قیمت زیادہ ہو (مثلاً موتی کی قیمت زیادہ ہو) تو مرغی موتی والے کو دے دی جائے گی اور موتی والا مرغی والے کو مرغی کی قیمت ادا کرے گا۔

مسئلہ: حاملہ عورت مرجائے اور اس کے پیٹ میں زندہ بچّہ ہو تو مردہ عورت کے پیٹ کو چاک کرکے بچّے کو نکال لیں گے۔

قاعدہ نمبر۹

درء المفاسد اولی من جلب المصالح: مصلحتوں کو حاصل کرنے کے مقابلے میں مفاسد کو دُور کرنا اولیٰ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جب مصلحت اور مفسدہ کے مابین تعارض واقع ہو تو عام طور سے مفسدہ کو دُور کرنے کو مقدم رکھا جائے گا کیونکہ شریعت نے مامور بہ احکام کا جتنا اہتمام کیا ہے اس سے کہیں زیادہ

ممنوعات شرعیہ سے بچنے کا اہتمام کیا ہے اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اذا امرتکم بشئ فاتوا منہ ما استطعتم واذا نھیتکم عن شئ فاجتنبوہ

جب مَیں تم کو کسی کام کا حکم دوں تو تم اس کو اپنی طاقت بھر کرو اور جب مَیں تم کو کسی کام سے روکوں تو تم اس سے (بالکل) رُک جاؤ

اسی طرح ایک یہ روایت بھی ہے لترك ذرة مما نھی اللہ عنہ افضل من عبادة الثقلین۔

اس ایک ذرہ کو ترک کرنا جس سے اللہ نے منع کیا ہے جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مشقت کی صورت میں واجب کو ترک کرنا جائز ہے لیکن منہیات و ممنوعات خصوصًا کبیرہ گناہوں کو کرنے کی اجازت نہیں دی۔

مسئلہ: اگر کسی مرد کو استنجا کرنا ہو تو وہ اگرچہ نہر کے کنارے بیٹھا ہو لیکن اور مردوں سے پردہ نہیں ہے تو استنجے کو موخر کر دے۔

مسئلہ: عورت پر غسل واجب ہو لیکن مردوں سے پردے میں ہو کر نہانے کی کوئی صُورت نہ ہو تو غسل کو موخر کر دے۔

مسئلہ: کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا مسنون ہے لیکن روزہ دار کے لیے مکرُوہ ہے۔

مسئلہ: وضو میں ڈاڑھی کا خلال مسنون ہے لیکن حالت احرام میں مکروہ ہے۔

البتّہ بعض صورتوں میں مفسدہ کو دفع کرنے کے مقابلہ میں جلب مصلحت اولیٰ ہوتی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے وہ اس کی خاطر کچھ غلط بیانی بھی کرے تو یہ جھوٹ شمار نہیں ہوگا۔

چند موقعوں پر جھُوٹ بولنا جائز ہے۔

۱- لوگوں کے درمیان صلح کرانے کے لیے۔

۲- جنگ میں

۳- بیوی کے ساتھ جھگڑے سے بچنے کے لیے۔

۴- اپنا حق حاصل کرنے کے لیے اور اپنے سے ظلم کو دفع کرنے کے لیے

۵۔ شفعہ کرنے والے کو جب رات کے وقت جائیداد کی فروخت کا علم ہُوا اور اُس نے اُس وقت زبان سے کہہ دیا کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں اور پھر دن میں جب گواہ دستیاب ہُوئے تو اُن کے سامنے یُوں کہے کہ مجھے اب جائیداد کی فروخت کا علم ہُوا اور تم گواہ رہو کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں، (کیونکہ اگر وہ کہے کہ مجھے رات کو فروختگی کا علم ہُوا تو اس کا شفعہ کا حق جاتا رہے گا۔)

۶۔ اسی طرح اگر کسی نابالغہ کا نکاح باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے کر دیا تو اُس کو بالغ ہونے پر خیار حاصل ہوتا ہے کہ چاہے تو نکاح باقی رکھے اور چاہے تو نکاح فسخ کر دے۔ اَب وہ بیچ رات میں بالغ ہوئی (یعنی حیض آنا شروع ہُوا) تو صبح کے وقت وہ یُوں کہے کہ مَیں نے اَب خُون دیکھا ہے اور مَیں نکاح فسخ کرتی ہوں (یعنی جبکہ اس کو وہ نکاح منظور نہ ہو۔)

۷۔ کسی کی جان بچانے کے لیے۔ یعنی ایک شخص جس کے تیور بتا رہے ہیں کہ وہ زید کو قتل کرنے کے درپے ہے وہ پُوچھتا ہے کہ تم نے زید کو دیکھا ہے تو زید کو ناحق قتل ہونے سے بچانے کے لیے دیکھا بھی ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ نہیں دیکھا۔

قاعدہ نمبر ۱

العادة محكمة : عرف وعادت اور رواج کا اعتبار ہے۔

اس قاعدے کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ہے ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن (جس چیز کو مُسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے)۔ اس مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا مُسلمان اعتبار کریں جبکہ وہ قرآن وحدیث کی نص صریح کے مخالف نہ ہو اور نہ ہی اُصولِ دین سے متصادم ہو تو شریعت کے احکام میں بھی وہ معتبر ہے۔ مثلاً

۱۔ ہمارے رواج میں صرف بکرے بھیڑ وغیرہ کی سری کھائی جاتی ہے۔ گائے یا اُونٹ کی سری نہیں کھائی جاتی۔ اب ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ سری نہیں کھائے گا تو اگر اُس نے بکرے کی سری کھائی تو اس کی قسم ٹوٹے گی اور اگر اس نے اُونٹ یا گائے کی سری کھائی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی غرض رواج وعادت کا اعتبار کیا گیا اور اس شخص کی قسم بکرے وغیرہ کی سری کے ساتھ خاص ہوگئی۔

۲۔ کسی شخص نے قسم کھائی کہ خدا کی قسم زید کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا۔ چونکہ عرف ورواج میں قدم

رکھنے سے مُراد داخل ہونا ہے۔ لہٰذا شریعت کی نظر میں قسم میں عرفی مُراد کا اعتبار ہوگا۔ اس لیے اگر وہ شخص زید کے گھر میں داخل ہُوا تو اس کی قسم ٹوٹے گی اور اگر وہ زید کے گھر کے باہر کھڑا ہوگیا اور ٹانگ آگے بڑھا کر صرف اپنا ایک قدم زید کے گھر میں رکھ دیا تو اس سے اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔

۳۔ عمل کثیر سے نماز ٹُوٹ جاتی ہے اور عمل کثیر کو جاننے کا ضابطہ یہ ہے کہ عادت و رواج میں وہ ایسا کام ہو کہ نمازی جب اُس کو کرنے لگے تو دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا۔ مثلاً ایسا کام کرنے لگے جو عام طور سے دو ہاتھوں سے کیا جاتا ہے یا ایک رُکن کی مُدّت میں نماز میں تین بار ہاتھ اُٹھا کر کھجلی کرے وغیرہ۔

۴۔ بعض علاقوں اور خاندانوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکے والوں کی طرف سے لڑکی کو شادی کے موقع پر جو زیور دیا جاتا ہے وہ اُسے مالکانہ بنیادوں پر دیتے ہیں جبکہ دوسروں کا رواج ہے کہ وہ بطور عاریت دیتے ہیں اگر زیور دیتے وقت صراحت نہ کی ہو کہ کس طور پر دیے ہیں تو علاقے اور خاندان کا جو رواج ہوگا اسی کے مطابق سمجھا جائے گا۔

تنبیہہ

جو چیزیں بدعت اور بدعت کے اصول کے تحت آتی ہیں یا جو صریح ممنوعات ہیں اگر مُسلمان اُس کو اچھا سمجھنا شروع کر دیں تو وہ اچھی نہیں بن جائیں گی کیونکہ ایسی چیزوں میں عرف و عادت کا اعتبار نہیں ہے۔

قاعدہ نمبر ۱۱

تصرف الامام علی الرعیة منوط بالمصلحة : حاکم کا رعایا پر ہر حکم رعایا کی مصلحت پر مشتمل ہونا چاہیے۔

اس قاعدے کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انی انزلت نفسی عن مال اللہ تعالی بمنزلة والی الیتیم ان احتجت اخذت منه فاذا ایسرت رددته فان استغنیت استعففت۔ (بیت المال کے معاملے میں مَیں اپنے آپ کو یتیم کے والی کی مانند خیال کرتا ہوں۔ اگر مجھے حاجت ہوتی ہے تو بیت المال سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر کشادگی ہو جاتی ہے تو لیا ہُوا بیت المال میں واپس

لوٹا دیتا ہوں اور اگر استغنا حاصل ہو تو پھر بیت المال میں سے لینے سے بچتا ہوں۔

۲۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو نماز اور جنگ کے معاملات کی ذمہ داری دی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو قضاء اور بیت پر مقرر کیا اور حضرت عثمان بن حنیف رض کو اراضی کی مساحت پر مقرر کیا اور (ہر ایک کی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے) ان تینوں کیلئے بیت المال سے ایک بکری (کے گوشت) کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ نصف بکری اور اس کا پیٹ حضرت عمار کے لیے اور ایک چوتھائی حضرت عبداللہ بن مسعود کے لیے اور ایک چوتھائی حضرت عثمان بن حنیف کے لیے اور فرمایا کہ میں نے بیت المال کے بارے میں اپنا اور تمہارا معاملہ یتیم کے والی (نگران) کی مثل بنایا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ واللہ میں نہیں خیال کرتا کہ کسی علاقے سے ایک بکری روز لی جاتی رہے مگر یہ کہ اس کی بربادی جلدی ہو جائے گی (مطلب یہ ہے کہ اگر پیداوار کو بڑھانے کی طرف توجہ نہ کی جائے اور خرچ پورے پورے کیے جائیں تو بربادی بھی آئے گی۔ لہٰذا یہ خرچہ جہاں ضروری ہے وہیں پیداوار بڑھانے کی طرف بھرپور توجہ دی جائے جیسا کہ یتیم کا مال یونہی پڑا رہے اس کے بڑھنے کی فکر نہ کی جائے اور اس میں یتیم کے اخراجات مسلسل نکلتے چلے جائیں تو بالآخر وہ مال ختم ہو جائے گا۔)

تنبیہہ

جب عوام سے متعلق معاملات میں حاکم کے فعل کا مصلحت عامہ پر مبنی ہونا ضروری ہے تو از روئے شریعت اس کا صرف وہی فعل نافذ ہوگا جس میں مصلحت ہوگی اور حاکم کا کوئی ایسا فعل یا فیصلہ جو مصلحت عامہ کے خلاف ہو وہ از روئے شریعت نافذ نہیں ہوگا۔

مسئلہ: اگر کوئی علاقہ لشکر کشی کر کے فتح کیا گیا ہو اور مسلمان حاکم وہاں کی کسی زمین کے بارے میں لوگوں کو اجازت دے کہ وہ اس کو مسجد میں شامل کر لیں یا اس میں مسجد پر وقف دکانیں بنالیں تو یہ اجازت اور حکم صرف اس وقت نافذ ہوگا جب اس سے گزرنے والوں اور دیگر لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور اگر علاقہ صلح سے فتح کیا گیا ہو تو اس کی اراضی اس کے سابقہ مالکان کی ملکیت میں باقی رہی لہٰذا حاکم ان کی مملوکہ اراضی میں ایسا حکم اور ایسی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر دے تو وہ از روئے

شرع نافذ نہیں ہوگا۔

قاعدہ نمبر ۱۲

الحدود تدراء بالشبہات : شبہات کی وجہ سے حدود دفع کی جاتی ہیں۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ادفعوا الحدود ما استطعتم : ابن ماجه (جہاں تک تم سے ہو سکے حدود کو دفع کرو)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نقل کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :
ادرءوا الحدود من المسلمین ما استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبیله فان الامام لان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبة۔
(جہاں تک تم سے ہو سکے مُسلمانوں سے حدود کو دُور کرو اور اگر تم مُسلمان کے لیے خلاصی کی کوئی صورت پاؤ تو اس کا رستہ چھوڑ دو کیونکہ حاکم خطا سے کسی کو معاف کر دے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ خطا سے کسی کو سزا دے)۔

فتح القدیر میں ہے کہ تمام علاقوں کے فقہاء کا اس بات پر اجماع و اتفاق ہے کہ شبہات سے حدود کو دُور کیا جائے گا اور اس بارے میں جو حدیث ہے وہ متفق علیہ ہے اور اُمت نے اس کی تلقی بالقبول کی ہے (جس کی وجہ سے از روئے حکم، متواتر کے درجے میں چلی گئی ہیں
شُبہات کی چند قسمیں ہیں۔

۱۔ محل میں شُبہہ

الف ۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا انت و مالك لابيك (تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔)
اس سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ بیٹے کی باندی بھی باپ کی ہے اس لیے باپ اگر بیٹے کی باندی سے مباشرت کرے تو اس شُبہہ کی گنجائش اس کو ملے گی اور زنا کی حد اس پر نہیں لگے گی۔ بیٹے کی باندی زنا کا محل ہے اور اس میں شُبہہ ہے اس لیے یہ محل میں شُبہہ کی مثال ہے ۔

ب ۔جس کو الفاظ کنایہ کے ساتھ ایک طلاق بائن ملی ہو۔کیونکہ اگرچہ اکثر صحابہ کا یہی قول ہے کہ الفاظ کنایہ سے دی ہوئی طلاق بائن ہوتی ہے، لیکن بعض صحابہ کا قول ہے کہ وہ رجعی ہوتی ہے جس سے عدت پوری ہونے تک نکاح نہیں ٹوٹتا۔اس اختلاف کی وجہ سے عدت کے دوران اس طلاق یافتہ عورت میں حلت کا شبہہ موجود رہے گا۔

۲۔ فعل میں شبہہ

یہ اس شخص کے حق میں ہوتا ہے جس پر حلت و حرمت مشتبہ ہو جائے اور جو حلت کی واقعتاً دلیل نہیں ہے اس کو حلت کی دلیل سمجھ لے۔

مثلاً میاں بیوی ایک دوسرے کی مملوکہ چیزیں بلا تکلّف استعمال کرتے ہیں اور اپنے لیے ان سے نفع اُٹھانا مباح سمجھتے ہیں۔اسی بات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ایک شخص نے یہ خیال کر لیا کہ اسی طرح سے بیوی کی باندی سے بھی نفع اُٹھانا اُس کے لیے جائز اور مباح ہے۔اسی وجہ سے اس نے بیوی کی باندی سے مباشرت کر لی تو اس شخص کا یہ شبہہ بالکل بے بنیاد نہیں ہے اور اس کو اس شبہہ کا فائدہ حاصل ہوگا۔

البتہ اگر وہ جانتا تھا کہ بیوی کی باندی اس کے لیے حلال نہیں ہے اور پھر بھی اس نے اس باندی سے مباشرت کی تو چونکہ شبہہ موجود نہیں ہے لہٰذا اس پر زنا کی حد لگائی جائے گی۔

یہ فعل کے شبہہ کی مثال ہے کیونکہ اس کو فعل کے ارتکاب کے حرام یا حلال ہونے میں اشتباہ ہوا ہے۔خود باندی میں حلت کا کوئی شبہہ شریعت کی طرف سے وارد نہیں ہے۔

۳۔ عقد کا شبہہ

اس کا اعتبار امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کیا ہے۔امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ نے اس شبہہ کا اعتبار نہیں کیا۔مثلاً ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا تو اگرچہ وہ جانتا بھی ہو کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اس کے نتیجے میں جو مباشرت وہ کرے گا اس پر زنا کی حد نہیں لگے گی۔کیونکہ اس نے بہرحال نکاح کیا ہے اور عقد نکاح موجب حلت ہوتا ہے تو یہاں اگرچہ گواہوں کی

شرط نہ پائے جانے کی بناء پر یہ عقد موجب حلت تو نہیں ہُوا لیکن حلت کے شُبہ کا سبب ضرور بن گیا۔ اس لیے اگرچہ اس شخص کو تعزیر کی جاسکے گی لیکن زنا کی حد اس پر نہیں لگے گی۔

قاعدہ نمبر ۱۳

الخراج بالضمان : جہاں نفع اور فائدہ ملے وہیں ذمّہ داری بھی ہے۔

حدیث میں ہے ایک شخص نے ایک غلام خریدا۔ کچھ عرصے بعد خریدار نے غلام میں عیب پایا وہ مقدمہ لے کر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس گیا۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے غلام بائع کو واپس کر دیا۔ بائع نے کہا کہ اس نے میرے غلام کو استعمال کیا ہے۔ (یعنی اس سے کام لیے ہیں) اس پر آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا الخراج بالضمان (نفع ذمّہ داری کے ساتھ ہے)

مسئلہ: امام ابویُوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مقروض نے اپنے ضامن (کفیل) کو قرض کی رقم دی پیشتر اس کے کہ ضامن نے قرض خواہ کو اپنے پاس سے رقم لوٹائی ہو۔ پھر ضامن نے اس رقم سے نفع بھی کمایا تو ضامن کے لیے نفع حلال ہوگا اور اُس کی وجہ یہی قاعدہ ہے۔

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے وہ ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہُوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہُوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے (ادارہ)